سلسلہ عصمت

ویدیا کی سرگذشت

ایک دلچسپ قصہ

تصنیف

مصور غم حضرت علامہ راشد الخیری ظلہ

مصنف شب زندگی، روداد قفس، ستی وغیرہ

جسے

رازق الخیری ایڈیٹر عصمت نے

پہلی مرتبہ بماہ اکتوبر ۱۹۲۶ء

دفتر عصمت دہلی سے شائع کیا

ویڈیا کی سرگزشت

"مگر آہ!...... وہ موتی تو وہاں بھی نہ تھا"

مذہبی خدمات کا شوق مجھ کو باپ کی طرف سے ورثہ میں ملا تھا۔ آئرش چرچ کا نیلوفر اور گلی کے خوش رنگ پھول اگر آج بھی ان سے پوچھا جائے تو کہہ دیں گے کہ ان کے بیج میرے باپ ولیم کے ہاتھوں نے بوئے، غور و پرداخت میری ماں کے ہاتھوں نے کی اور آبیاری میری ننھی ننھی انگلیوں سے ہوئی،

ایک اتوار کی شام کو میں اپنی لمبے لمبے سیاہ بالوں والی بہنوں کے ساتھ ٹیمز کے کنارے پر تھی ۲۵ دسمبر کا آفتاب دریا کی لہروں سے لپٹ کر میری آنکھوں کے سامنے

فنا ہوا، ہوا کے سُریلے نغمے، پرندوں کی موسیقی کو اور چہکار رہے تھے، میری سہیلیاں ایسی خاموش ساعت میں جب شام نے کتاب قدرت کے اوراق دنیا کے سامنے کھول کر رکھ دیئے تھے، چھوٹی اور ذلیل خواہشوں کو دل میں لئے ہوئے جن کی ذمہ داری انکے سر پر تھوپی گئی تھی کیچڑ اور دلدل میں سیپ اور گھونگے ڈھونڈتی پھرتی تھیں، مگر میری نگاہ کو اسوقت ہر شے درس عبرت تھی، میری سامنے اسوقت زندگی کی وہ دشوار گذار اور پیچیدہ گھاٹیاں تھیں جن کو مجھے عبور کرنا تھا، پاک جذبات نے میرا ہاتھ روک دیا تھا۔ اور میں اس کیچڑ اور گارے سے جسمیں میری سہیلیاں لت پت تھیں بہت دور تھی تاہم میں اس خیال کا وجود محسوس کر رہی تھی، جو آیندہ سال اور آیندہ کے راحت و آلام سے متعلق تھا،

واقعہ یہ تھا کہ ٹیمس کے اس کنارے کی تمام پیداوار کا ٹھیکہ سالانہ ہو جاتا تھا اور کسی کو اجازت نہ تھی کہ ایک گھونگا تک اٹھا سکے، البتہ ۲۵ دسمبر کو حکومت کی طرف سے لوٹ مار کا اذن عام تھا، اور ہزاروں لڑکے اور لڑکیاں قسمت آزمائی کیا کرتے تھے اور ہر شخص کا یہ عقیدہ تھا کہ جیسی شے یہاں سے ہاتھ لگے ویسی ہی اس کی تقدیر ہوگی اور ویسا ہی جوڑا میسر آئے گا، یہ کنارہ دو حصوں میں منقسم تھا، ایک طرف ہم تھے، اور دوسری طرف شہری اور دیہاتی نوعمر لڑکے، میں کن انکھیوں سے دیکھ رہی تھی کہ جوزف جس سے میری شادی کی بات چیت ہو رہی تھی، پریشان اور گھبرایا ہوا چاروں طرف کسی بیش بہا سیپ کی تلاش میں سرگرداں تھا، مجھے یہاں یہ بھی کہہ دینا چاہیئے کہ جوزف کی خاموش نظریں باوجود ایسے اہم مقصد کے مجھ کو بھولی نہ تھیں، اور اس کی ایک آنکھ اُدھر تھی اور ایک ادھر،

میں اپنے باپ ولیمز کی طرح اس رسم کو لغو اور فضول سمجھتی تھی، مگر میری جان جس کی گھاٹی میں یہ تو ہمات پڑے ہوئے تھے سختی سے ان لغویات کی پابند تھی، میرے خواستگار جوزف کے علاوہ اور بہت سے تھے، جن میں سے بعض بہت متمول، اور غالباً یہی وجہ تھی کہ ولیمز نے میری ماں کے اصرار پر علی الاعلان یہ کہہ یا تھا کہ جس کا تحفہ زیادہ قیمتی اور خوبصورت ہوگا، اس کے حق فائق ہیں، جوزف اوسط درجہ کا آدمی تھا، مگر میری نگاہ میں اس کی سادگی اور سنجیدگی جو خلوص اور صداقت سے لبریز تھی دوسروں کی خوشامد اور چاپلوسی سے جس میں تصنع اور بناوٹ بھری ہوئی تھی زیادہ قیمتی تھی،۔

ہوا نے اپنے ساز کے پردے بلند کئے، آسمان نے اپنے روشن چہرہ پر سیاہ بادل کی نقاب ڈالی، اور ہلکی پھوار پڑنی شروع ہوئی۔ میرے پاس اوپر کا کپڑا کوئی نہ تھا، مجبوراً اٹھی، مگر تخیل کے اس چمنستان میں جو میرے دماغ میں کھل رہا تھا یہ خلل اندازی زہر معلوم ہوئی، لیکن اس کے سوا چارہ نہ تھا، میں آگے بڑھی اور چلی، جوزف جس کی نگاہ میرے چہرے پر تھی بیتابانہ اپنی جا ذب آپ چادر لے کر لپکا، پانی کی رفتار کے ساتھ میرے قدم تیز ہو رہے تھے، مگر میں نے دیکھ لیا کہ جوزف کے چہرے پر ندامت برس رہی ہے، اور نا امیدی نے اس کو اس قدر مضمحل کر دیا ہے کہ وہ میرے قریب پہنچنے کی ہمت نہیں کرتا، اس کی خواہش ضرور ہے کہ وہ اپنی چادر پیش کرے مگر اس کی تکمیل میں ایک خیال زنجیر بن کر اس کے قدموں میں پڑ گیا، اور وہ صرف اس کی نا امیدی تھی،

(۱)

میں جسوقت گھر پہونچی وہ ایک روشن رات تھی، گریے سٹریٹ کی معمولی روشنی کے علاوہ بڑے دن کی رات کا استقبال تمام محلے نے فراخ حوصلگی سے کر رکھا تھا، اور ہماری گلی، اس اسوقت ہندوستان کی دیوالی کو مات کر رہی تھی، مینہ اسوقت زور سے پڑ رہا تھا، اور اس کمبخت نے مجھکو اس منظر کا پورا لطف اٹھانے نہ دیا تاہم اس بھاگ دوڑ میں بھی میں نے جو کچھہ دیکھہ لیا وہ شاید پھر ایک سال بعد دیکھنا نصیب ہو،

میں نے سڑک ہی پر دیکھہ لیا تھا کہ ماما بے چینی سے میرا انتظار کر رہی تھی میری صورت دیکھتے ہی وہ بے تحاشا دوڑیں میں ماکے اس جذبۂ محبت سے بہت ہی متاثر ہوئی، مگر افسوس میرا خیال غلط اور یہ اثر فوراً ہی نکلا، حقیقتاً اس کو میرے بھیگنے سے زیادہ تعلق نہ تھا، اور یہ عقدہ اس طرح کھلا کہ بجائے اس قسم کے کسی سوال کے اس نے چھوٹتے ہی مجھ سے یہ پوچھا،

"تمہارا تحفہ دیکھوں؟"

میں نے اس کا کوئی جواب نہیں دیا، اور جلد ہی سے آگے بڑھ گئی، مکان قریب تھا، اندر گھسی تو انگیٹھی روشن تھی، دو لمحہ وہاں ٹھر کر میں لباس کے کمرے میں چلی گئی، کپڑے بدلے اور پھر انگیٹھی کے پاس آئی، تو ماما نے سخت لہجہ میں کہا،

"تم نے سنا نہیں میں نے کیا پوچھا"

میں "سن لیا"

ماما پھر؟

میں "سمجھ گیا"

ماما دیکھوں کیا لائیں؟

میں کچھ نہیں!

ماما کچھ نہیں؟

میں ہاں!

ماما پھر کیوں گئی نہیں؟

میں بے وقوفوں کا تماشہ دیکھنے!

اس کا جواب اس نے نہایت غصہ سے یہ دیا "بس جاؤ خاموش ہو جاؤ"
اتنا کہہ کر وہ اپنے کمرے میں چلی گئی اور میں اپنے کمرے میں جو باپ کے دفتر کے برابر تھا

(۳)

میں نے ہر چند کوشش کی کہ وہی پاکیزہ خیالات جو دریا کے کنارے میرے دماغ میں گونج رہے تھے پھر آکر جمع ہوں، میں اسوقت ایک اور الجھن میں تھی اور سوچ رہی تھی کہ ولیمز جیسا سمجھدار آدمی بھی افسوس روپے کا بندہ نکلا، جو صرف اس کی نگاہ میں اس لئے کہ امیر نہیں کوئی وقعت نہیں رکھتا، میں ان ہی خیالات میں تھی کہ یہ آواز کان میں آئی،

"میں اندر آسکتا ہوں؟

میرے باپ نے اجازت دی اور خواستگار نمبر ایک بیلو فی مسکراتا ہوا اندر داخل ہوا، اور ایک کرسی پر بیٹھ گیا، اس کی آواز سنتے ہی میری ماں بھی وہیں

چلی گئی بیلو نی اس کی تعظیم کو اٹھا، تو میری ماں نے کہا "کہو مسٹر بیلونی تقدیر نے کیا کیا"

بیلونی نے ایک چمکدار سیب میز پر رکھ دی اور کہا "میرا خیال ہے اس سے بہتر سیب ملک کے کسی حصہ میں موجود نہیں، دیکھنے والے دنگ تھے، مجھے امید نہ تھی کہ میں ایسا خوش نصیب نکلونگا، حقیقت یہ ہے کہ یہ سیب ویٹیا ہی کے قابل ہے"

ولیمز نے سیب ہاتھ میں اٹھائی اور دونو میاں بیوی اس کو غور سے دیکھنے لگے، کہ ایک آواز اور آئی

"میں آؤں؟

ولیمز نے اجازت دی۔ خواستگار نمبر ۲ تھا، اس نے اندر داخل ہوتے ہی ایک گھونگا دونو کے سامنے ڈالا، اور کہنے لگا "آپ کیا لغو چیز دیکھ رہے ہیں، یہ دیکھئے جو دور دور اپنا جواب نہیں رکھتی"، یہ سب باتیں میں اپنے کمرے میں سے دیکھ رہی تھی، اور مجھے بہت ہنسی آئی کہ دونو میاں بیوی نے اس کے اتنا کہتے ہی سیب پھینکدی اور گھونگا اٹھا لیا، ابھی وہ کچھ کہنے نہ پائے تھے کہ ایک تیسری آواز کان میں آئی، اور یہ خواستگار نمبر ۳ لارڈ سینیڈہم کا اکلوتا لڑکا تھا، اور دولت کے زعم میں اتنا مست کہ اجازت کا بھی منتظر نہ رہا، اور اندر آ گیا، دونو بڈھوں نے اس کے تمول کا گرمجوشی سے استقبال کیا اس نے آتے ہی نہایت لاپروائی سے ایک یاقوت میز پر پھینکدیا، اور کہا "ولیمز اس کے دیکھنے کے بعد اب معاملہ پر زیادہ غور کرنے کی ضرورت نہیں، ایسے ایسے ذلیل ٹکڑے جو ہمارے سامنے پڑے ہیں، نہ معلوم اس کی قیمت میں کتنے ہزار آ جائیں گے"

میں نے اس یاقوت کو غور سے دیکھا، اور میری رائے ہے، کہ یہ یاقوت خواستگار اپنے گھر سے لایا، دریا کا نہ تھا، دولنواس کے دیکھنے میں مصروف تھے، اور چہرے سے بے انتہا خوشی ظاہر ہو رہی تھی کہ ایک چوتھی آواز کان میں آئی یہ مری ہوئی آواز تھی، اور یہ بدنصیب جوزف تھا، جس کا لہجہ کہہ رہا تھا کہ اس کو کامیابی کی کوئی توقع نہیں، اور صرف یہ دیکھنے آیا ہے کہ معاملہ کا حشر کیا ہوتا ہے اس کو کوئی جواب نہ ملا تو اس نے دوبارہ اجازت طلب کی، مگر کس قدر افسوس ہے دنیا کی حالت پر کہ اسکی یہ کوشش بھی رائگاں گئی، اور کوئی جواب نہ ملا۔ اس نے مجبور تیسری مرتبہ پھر کہا "میں اندر آسکتا ہوں" اسوقت میرے باپ نے اجازت دی، اور غریب جوزف خاموش آکر کھڑا ہو گیا، ان تینوں شیشیوں میں سے یاقوت پسند کیا گیا، مگر خواستگار نمبرا کے اصرار پر جوہری بلایا گیا، کہ قیمت کا فیصلہ کرے۔

جوزف خاموش کھڑا سب کی صورتیں دیکھ رہا تھا۔ لمبے لمبے سانس اس کے پیٹ میں پھیل رہے تھے، اور اس کا چہرہ کسی انتہائی ناکامی کا ثبوت تھا، مگر یہ صرف میں دیکھ رہی تھی، اس کی یہ حالت میرے زرپرست والدین کو اپنی طرف متوجہ نہ کر سکی وہ کبھی میری ماں کا منہ تکتا تھا، کبھی باپ کا، اور کبھی کبھی اس کی نگاہ ان خواستگاروں پر بھی جا کر فوراً پلٹ آتی تھی، دفعتہً میرے باپ نے قہقہہ مارا اور کہا "کیوں جوزف تم کو کچھ نہیں ملا؟"

جوزف ملا تو سہی مگر کسی قابل نہیں ہے،

ولیم آخر دیکھیں تو سہی،

جوزف نے کیچڑ میں لتھڑا ہتھڑا ایک شیشہ کا ٹکڑا جیب سے نکالا اور ڈورسے کہا "یہ ہے کیا دیکھئے گا۔ مجھے تو شیشہ ہی معلوم ہوتا ہوتا ہے، مگر کیچڑ بھی نہیں چھوٹتی،"

ولیمز لاؤ لاؤ اس کو بھی یہاں رکھو،

جوزف نے ڈرتے ڈرتے ہاتھ بڑھایا، اور کہا "اس کو رکھ کے کیا کیجے گا"، ولیمز نے وہ ٹکڑا لیا اور کہنے لگا "یہ بھی جوہری کو دکھایا جائے گا" اس پر تینوں خواستگاروں نے باری باری اس کو لے کر غور سے دیکھا سب مسکرائے اور کہا "ضرور ضرور یہ جوہری کو ضرور دکھایا جائے گا" اب میری ماں کی باری آئی، اس نے غور سے دیکھا اور زور سے قہقہہ مار کر کہا،

"جیسے سیدھے سادے یہ خود ہیں ویسا ہی ان کا تحفہ بھی ہے، ہماری رائے میں تو سب سے زیادہ قیمتی یہ ہی ہے"

اس پر سب نے قہقہے لگائے، اور کہا "بے شک" مجھے اس وقت غریب جوزف پر رحم آرہا تھا، سب ہنس رہے تھے اور اس کے چہرے پر ہوائیاں اُڑ رہی تھیں عجیب زندہ دل یا خودغرض لوگ تھے، شادی کے متمنی تھے، اور بہت جلد ایک کے سوا باقی ناکام ہونے والے تھے، مگر اس کا ان کو مطلق خیال نہ تھا،

جوہری آگیا، اور اس نے قدم دھرتے ہی کہا آج کا دن ہمارے واسطے سخت مصیبت کا ہے، دم بھر کی فرصت نہیں ہوتی، خرابی یہ ہے جس سے انکار کرو اسی کو بُرے

ولیمز کہئے آج آپ نے کوئی پتھر مول لیا،

جوہری نہیں، مگر ہم جو قیمت لگاتے ہیں اس کے دینے کے واسطے،

ہر وقت تیار ہیں،

ولیمز اچھا یہ تینوں ٹکڑے ملاحظہ فرمایئے،

ماما دھنسکر، اور یہ چوتھا ہی،

خواستگار نمبر ۱ اس کی میل کچیل ہی ملحوظ رہے،

" نمبر ۲ اور کیچڑ ہی

" نمبر ۳ اصلی قیمت تو اسی کی ہے

جوہری نے سیپ اور گھونگا دیکھ کر الگ ڈال دیئے اور کہا ان میں یہ یاقوت ہی قیمتی ہے، مگر

ولیمز مگر کیا؟

جوہری یہ اور چیز ہے،

ولیمز خیر؟

میری ماں نے سنیڈیم کی کامیابی پر مبارکباد دی، جوہری چلنے لگا تو جوزف بھی نیچی گردن کئے اس کے ہمراہ ہو لیا، مگر ان لوگوں کو مذاق سوجھا اور جوہری کو ٹھہرا کر کہا آپ نے جوزف صاحب کی کمائی نہ دیکھی، جوزف کے چہرے پر کھسیانی ہنسی آئی، اور جوہری سے کہنے لگا چلئے یہ تو یونہی کہہ رہے ہیں، میری ماں اس وقت بہت خوش تھی، کہنے لگی جناب شیشہ کی نہیں تو کیچڑ ہی کی قیمت لگایئے، یہ کہہ کر میری ماں آگے بڑھی اور جوزف کا شیشہ جوہری کو دیدیا، جوہری نے لاپروائی سے شیشہ ہاتھ میں لیا، اور مسکرا کر کہنے لگا، واقعی اس کی کیچڑ بہت قیمتی ہے، اسی اثنا میں اس کی نظر جب شیشہ پر پڑی تو متعجب ہو کر کہنے لگا کیا!!

وہ شیشہ کو غور سے الٹ پلٹ کر دیکھ رہا تھا، اور اس کا استعجاب لمحہ بہ لمحہ زیادہ ہو رہا تھا، وہ دفعتہً پھر چونکا اور کہا "کیا آپ اس تے تھوڑا سا پانی مانگا اور جیب سے ایک سفوف نکال کر اس شیشہ پر چھڑکا، اور صاف کیا، کئی منٹ تک حیرت سے دیکھتا رہا اور پھر اس کی زبان سے یہ لفظ نکلے،

"خوش نصیب جوزف مبارک ہو"

جوزف اس کو مذاق سمجھکر کہنے لگا "اچھا اب آپ چلیے"

جوہری نے اپنی جیب سے چک کی کتاب نکالی اور کہا دو ہزار پونڈ کا چک حاضر ہے، اسوقت میں یہ دے سکتا ہوں، مگر مجھے یقین کامل ہے کہ یہ اس سے بہت زیادہ قیمت کا ہے،

اب میرے باپ کا متحیر چہرہ سناٹے میں رہ گیا، اس نے موتی ہاتھ میں لے لیا اور کہا "میری پیاری ڈیڈیا کو مبارک ہو ہم کو اس کے فروخت کرنے کی ضرورت نہیں"،

جوہری جہاں تک مجھے یاد ہے گذشتہ دس سال میں ہمیں سے ایسا موتی برآمد نہیں ہوا سنہ۹ میں البتہ ایک نکلا تھا وہ اس سے چھوٹا تھا، اور سکاٹ لینڈ کے شاہی تاج کو زیب دے رہا ہے،

جوہری یہ کہہ کر چلدیا، جوزف کے چہرہ پر اب بھی شگفتگی نہ تھی، وہ اب تک اس واقعہ کو خواب سمجھ رہا تھا، ولیمز نے اشارہ سے اس کو بیٹھنے کے واسطے کہا، مگر ناامیدی اس قدر غالب ہو چکی تھی کہ وہ اب بھی منہ تکنے لگا، بقیہ خواستگار ٹھنڈے سانس بھر کر کھڑے ہو گئے۔

پاپا نے مجھے آواز دی، میں آئی تو اس نے کہا، لو جوزف تم کو
ویڈیا مبارک ہو، اس سے ہاتھ ملاؤ، مجھے اس پر شروع سے رحم آتا تھا، اور
اس لئے کہ اس کی وقت میرے دل میں بہت کچھ تھی، میں نے خوشی
سے ہاتھ ملایا، مگر میں نے یہ دیکھا کہ بجائے مسرت کے اس کی آنکھ
سے آنسو گر رہے تھے، اس نے میرا ہاتھ اپنی آنکھوں سے لگا لیا، بقیہ
خواستگار ایک ایک کر کے چلتے ہوئے، اور دوسری صبح کو میری
شادی جوزف سے ہو گئی، موتی کا واقعہ اخباروں میں چھپ چکا تھا، گرجا
میں ہزاروں آدمی جمع ہوئے جس وقت جوزف نے وہ موتی پیش کیا
مبارکباد کے نعروں سے گرجا گونج اٹھا،

۳

ہماری شادی کا پہلا سال بخیر و خوبی بسر ہوا، مگر افسوس اس کے
بعد واقعات نے میرے خیالات بدل دیئے، اور اب مجھے جوزف
کی خاموشی مگر اپن اور سنجیدگی گھنا پن معلوم ہوتی تھی، میری رائے رفتہ
رفتہ پختہ ہو گئی، مگر جوزف کی روش میں فرق نہ آیا، ایسا معلوم ہوتا
تھا، کہ وہ احساس کے مادہ سے قطعاً محروم ہے، جو منہ میں آتا وہ کہتی، جو دل
میں آتا وہ سناتی جو زبان پر آتا وہ بناتی، مگر اس پر مطلق اثر نہ ہوتا، وہ
اپنے اس فرض سے کہ مجھ کو راحت پہنچائے میری رائے میں قطعاً غافل
تھا، میں گھنٹوں غائب اور پہروں باہر رہتی، لیکن وہ کچھ پوچھتا نہ کہتا،
مجھے اپنے اس انتخاب پر سخت افسوس تھا، ۲۰ پونڈ ماہوار جو اس کی آبائی

جائداد کی آمدنی ہی ہمارے گذر اوقات کے واسطے اچھی طرح کافی تھی، لیکن کپڑوں کے واسطے بعض دفعہ مجھہ کو اشد ضرورت ہوتی اور تکلیف اُٹھانی پڑتی، مگر وہ مطلق توجہ یا پروانہ کرتا، ایک روز کا ذکر ہے کہ میں غسل خانے سے نکل کر بیٹھے آئینہ کے سامنے کھڑی کپڑے پہن رہی تھی، کہ جوزف میری پشت پر آیا، آئینہ اس قدر نیچا تھا کہ وہ میرا چہرہ بالکل نہ دیکھہ سکا، مگر میں اس کی حرکات اچھی طرح دیکھہ سکتی تھی، وہ آہستہ آہستہ میرے قریب پہنچا، میں یہ دیکھہ کر متعجب ہوئی، مگر اس کی سادگی پر بے اختیار ہنسی آئی کہ وہ ابتک نہ سمجھہ سکا کہ میں دیکھہ رہی ہوں، اس نے خاموشی کے ساتھہ میرے بال ہاتھہ میں لئے، اور پھر خاموش چلا گیا، میرے دوست باہر میرا انتظار کر رہے تھے، میں اسوقت زیادہ دیر نہ ٹھہر سکی، مگر میں نے مصمم قصد کر لیا تھا کہ واپسی میں جوزف کی اس حرکت پر بحث کرونگی لیکن افسوس کہ میں چند ہی لمحے بعد اس واقعہ کو بالکل بھول گئی، اسیطرح ایک روز جب میں تماشہ سے زیادہ دیر کرکے آئی تو صبح کے قریب میں آنکھیں بند کئے پڑی تھی، اور نیند بالکل نہ آتی تھی، جوزف مجھہ کو غافل سمجھہ کر کبھی کتے کو بھونکنے سے روکتا تھا، اور کبھی مرغ کو چلانے سے اور پھر آکر میری صورت دیکھنے لگتا، اور مجھہ کو منہ پر نہیں دل میں ہنسی آجاتی ہیں اس کی ان باتوں کو اکثر دیکھتی اور سمجھہ گئی تھی کہ شادی نے اس کی محبت کم نہیں اور زیادہ کردی ہے، مگر میرا رعب اس پر اس قدر چھا گیا ہے کہ وہ بول نہیں سکتا،

میری نگاہ سے ایسے خاموش انسان بہت کم کیا مطلق نہیں گذرے بعض دفعہ شبہ ہوتا تھا، کہ اس کے منہ میں زبان ہی نہیں ہے، اس کی یہ خاموشی جس کو میں لاپروائی کہہ رہی ہوں، بسا اوقات دل جلا دیتی تھی، مثلاً دھوبی کی گاڑی کھڑی ہے، ضرورت ہے کہ وہ کپڑے گن کرے اور لکھ کر دے، مگر یہ ہرگز نہیں ملازم کی سمجھ میں جو کچھ آیا لے لو امعاملہ ختم کر دیا اور وہ ٹس سے مس نہ ہوا، اس کو اچھی طرح معلوم تھا کہ میں کھانے کے بعد سگرٹ پیتی ہوں، لیکن کبھی اس نے میرے سامنے سگرٹ نہیں کہا یہ ہی نہیں وہ باتیں جن پر میں بگڑتی خفا ہوتی، برا کہتی، مگر اس کے کان پر جوں نہ چلتی مجبوراً میں نے بھی صبر کیا، اور یہ سمجھ کر کہ اب کوشش فضول اور توقع رائگاں اس کو اسی کے حال حال پر چھوڑ دیا، وہ گوشۂ تنہائی میں خوش اور رہیں اپنے تماشوں میں مگن رہتی، میں نے غلط کہا وہ خوش نہ تھا، مجھے معلوم تھا کہ میری بدمزاجی کا کانٹا اس کے دل میں کھٹک رہا ہے، اور وہ بالکل اس صید کی طرح زندگی بسر کر رہا ہے، جو صیاد کے پنجہ میں ہو، اس کی آمد و رفت، اس کا ہنسنا بولنا اس کا ملنا جلنا رہنا سہنا کھانا پینا ہر چیز میرے قبضہ میں تھی، اس کی مجال نہ تھی کہ وہ بلا اجازت دم بھر کہیں ٹھہر سکے، برخلاف اس کے میں اپنے ہر فعل کی مختار تھی، جاتی جہاں چاہتی، اور رہتی جدھر جی میں آتا،

قریب قریب دو سال اس طرح بسر ہوئے میرا خیال تھا کہ یہ صورت معاملہ میں تغیر پیدا کر دے گی، مگر وہ جو کچھ کر رہا تھا اس کی فطرت تھی،

اور اس کا بدلنا آسان کام نہ تھا تاہم اس کی محبت میں کبھی فرق نہ آیا، اور خلوص جو اس کی شرافت کا جوہر تھا اس سے کسی معاملہ میں کسی حالت میں کسی موقعہ پر دور نہ ہوا،

۴

موسم سرما کی ایک صبح کو جب میں باہر جانے کو تیار تھی، جوزف خلاف معمول میرے کمرے میں آیا، اس کا رنگ زرد تھا، چہرہ پر ہوائیاں اُڑ رہی تھیں، مگر اس کی آنکھیں نیچی اور زبان خاموش تھی ایسا معلوم ہوتا تھا کہ کسی غیر معمولی صدمہ نے اس کو سخت اذیت پہنچائی ہے، وہ میرے قریب آکر کھڑا ہو گیا، کچھ کہنا چاہتا تھا مگر ہمت نہ پڑتی تھی، مجھے اس کی حالت پر بے انتہا ہنسی آئی، اور میں نے کہا "جوزف کیا ہے؟"

میرے اتنا کہتے ہی جوزف بے قابو ہو گیا، اور سسکیاں لینے لگا، میں نے ہنسکر پوچھا "جوزف کیا ہے" اس نے اپنی جیب میں سے ایک پرچہ نکالا، اور رو رو کر اس طرح پڑھنے لگا،

"پیاری وِنڈیا،

کیا کروں اور کیا کہوں، جو دماغ میں ہے وہ منہ پر اور جو دل میں ہے وہ زبان پر نہیں آتا، طبیعت سے مجبور اور عادت سے لاچار ہوں، تم کو معلوم ہے کہ میرا باپ جسطرح ہندوستانی فوج کا کپتان تھا، اسی طرح ہندوستانی بیوی کا شوہر، آج وہ دونو میاں بیوی ایک قریب ابدی نیند سو رہے ہیں، مگر ان کے خلوص کی یادگار تمہارا غلام زندہ ہے

جس کی رگ رگ میں مشرقی دودھ خون بن کر دورہ کر رہا ہے، ویڈیا مشکل نہیں محال ہے کہ مغربی آب و ہوا مشرقی دودھ کا اثر فنا کر دے، میں جسطرح شادی سے قبل تیرا فرمانبردار تھا، اسی طرح آج بھی خدمت گذار ہوں، محبت کا وہ دریا جو اسوقت اس دل میں لہریں لے رہا تھا اب اب بھی ہر وقت موجیں مارتا ہے، مگر جب بھی اور اب بھی یہ لہریں اور موجیں کنارہ سے ٹکرا ٹکرا کر فنا ہو جاتی ہیں،

ویڈیا میرے کانوں میں تیرے بولنے کی تیرے قہقہوں کی آواز آتی ہے، مگر میں تیری اس آواز کو ترستا ہوں جو مجھ سے مخاطب ہو، میری تقدیر اس قابل نہ ہوا کہ میں تیرے ہاتھ کا پکا ہوا کباب تیرے اہتمام سے تیار ہوا شوربا کبھی زبان پر رکھ سکوں، مگر ہاں یہ ارمان ضرور ہے کہ تیرے ہاتھ کا تیار ہوا ایک توس اپنی آنکھوں پر رکھ سکوں،

ویڈیا ایک زخم ہے جو اندر ہی اندر ایک ناسور ہے جو چپکے ہی چپکے مجھے گھلا رہا ہے، اور میں جانتا ہوں کہ عنقریب میری موت جو کسی بہانہ کی متلاشی ہے، ظاہر ہونے والی ہے، اس لئے میں منت سے التجا کرتا ہوں کہ حقوق شوہری کے ادا کرنے میں میں نے جو غفلت کی اس کو معاف کر دے، اور غور کر زندگی کی ان گھڑیوں پر جب تو اپنے عزیزوں میں ہنس بولکر اپنا وقت گذارتی ہے، اور میں اپنے کمرے میں بیٹھا تجھے یاد کرتا ہوں، اور روتا ہوں، خیال کرتا ہوں اور بلبلاتا ہوں، یہانتک کہ اگر کبھی بھولے بسرے تیری صورت نظر آجاتی ہے تو آنسو پونچھ کر

اُٹھ کھڑا ہوتا ہوں، میرا دل خاموش ہو جاتا ہے، میرے آنسو تھم جاتے ہیں، اور زبان کے سوا مجسم جوزف، تیرے استقبال کو تیار ہو جاتی ہے"
اس کے بعد جوزف نے پرچہ جیب میں رکھ لیا، اس کی آواز آنسوؤں سے بھاری ہو گئی تھی، اور رقت اس قدر غالب تھی کہ وہ وہیں بیٹھ گیا، مجھے اسوقت بھی اس کے بعض فقروں پر ہنسی آئی، میں نے اس کی طرف دیکھا، اور اتفاق سے اس وقت اس کی نظر بھی میری آنکھوں کے قریب آئی، آنکھیں چار ہوئیں، نظریں ملیں مگر میری نگاہ میں غرور حُسن اور اُس کی نظر میں التجائے محبت تھی میں جلنے کو تیار تھی کھڑی ہوئی اور کھلکھلا کر "اگر تمہارا خیال صحیح ہے اور موت تمکو جلد دبانے والی ہے، تو تمہارے بعد میں تمہارے حقوق کی غفلت سے دست بردار ہو سکتی ہوں مگر جب تک تم زندہ ہو یہ ممکن نہیں کہ میں اس تکلیف کو فراموش کردوں"
ایسٹر کی رات کو میں نے تماشہ میں جانے کے واسطے اپنا بہترین لباس زیب تن کیا۔ گلابی ریشمی پھولدار کپڑے گلے میں تھے مختلف قسم کے پھول جو میرے عزیزوں نے ایسٹر کے تحفہ میں پیش کئے تھے میں نے اپنے سینہ پر لگائے۔ ہاں میں یہ کہنا بھول گئی کہ جوزف کے ساتھ مجھے اس کے تحفہ سے بھی نفرت ہو گئی اور آخرکار میں نے اس کو لاپرواہی سے اُٹھا کر الگ رکھدیا، میں تماشہ میں چلی گئی میرے عزیز میرے ساتھ تھے اور ہم سب نہایت اطمینان سے بیٹھے ہنس بول رہے تھے کہ مجھے سامنے سے جوزف آتا دکھائی دیا مجھے اسوقت اس کا آنا بہت ہی ناگوار معلوم ہوا، اور اس

کی صورت زہر معلوم ہونے لگی، میں فوراً اٹھی اور اس کے پاس جا کر کہا "تم کو یہاں آنے کی کیا ضرورت ہے" اس نے اس کا جواب کچھہ نہ دیا، اور اپنا موتی میرے سینے پر لٹکانے لگا، میں نے اس کے ہاتھہ سے موتی چھین کر سخت غصہ سے دور پھینکدیا اور یہ کہتی ہوئی چلی آئی کہ "فوراً یہاں سے چلے جاؤ، اپنی صورت مجھے نہ دکھاؤ" اس کی آنکھیں منت کی انتہائی حد کو پہنچ گئی تھیں، اور ایسا معلوم ہوتا تہا کہ وہ اسوقت اپنی علالت بالکل بھول گیا ہے،

میں نے پورا تماشہ دیکھا اور حقیقت یہ ہے کہ یہ رات نہایت پر لطف گذری، دوسرے دن بہی میں شام تک گھر نہ آسکی، رات کو جب لوٹی تو معلوم ہوا کہ جوزف بخار میں مبتلا ہے، میں اسوقت تھکی ہاری تہی پڑ کر سو گئی، صبح کو معلوم ہوا کہ اس کی طبیعت زیادہ خراب ہے، میں گئی تو واقعی بخار بہت تیز تہا، ڈاکٹر موجود تہا، مگر بخار چوبیس گھنٹہ سے مطلق جنبش نہ کرتا تہا، میں تسکین دیکر اپنے کمرہ میں آگئی، کہانا کہایا، سوئی، شام کو جب سیر کو جانے لگی ہوں تو پہر کھڑے کھڑے گئی اسوقت جوزف کی حالت اور بہی بدتر تہی، بخار صبح کو ۱۰۴ اور اسوقت ۱۰۵ تہا، وہ میری صورت دیکھتے ہی رونے لگا، اشارہ سے اس نے پاس بلایا اور کہنے لگا،

"بیٹیا! میں قصوروار ہوں کہ تیرے حقوق ادا نہ کرسکا" میں نے اس کا کوئی جواب نہیں دیا اور یہ دیکھہ کر کہ اس کی حالت قابل اطمینان نہیں ہے ڈاکٹر کو اطلاع دے کر چلی گئی،

رات کو میں اپنے کمرے میں اخبار پڑھ رہی تھی کہ اس نے مجھے پھر بلا بھیجا، میں

گئی تو اس نے میرا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیا، اس کو بخار بہت تیز تھا، اور مجھ کو اس کے اس فعل سے اذیت ہو رہی تھی، مگر وہ میرا ہاتھ اس طرح بھینچ رہا تھا گویا مجھ سے رخصت ہو رہا ہے، اس کی آنکھ سے آنسو اب بھی گر رہے تھے اس نے اسوقت بھی مجھ سے کہا،

"ویڈیا! میرا قصور معاف کر"

آج پہلا اتفاق تھا کہ مجھے اس سے ہمدردی ہوئی اور میں نے کہا

گھبراؤ مت بخار معمولی ہے اتر جائے گا، اس کا جواب وہ کچھ نہ دے سکا اس نے مجھ کو حسرت سے دیکھا، گویا میں غلط کہہ رہی ہوں، اور اب وہ اچھا نہ ہوگا اور بے ہوش ہو گیا، میں اٹھ کر چلی آئی، اسوقت مجھے اس قدر تکلیف ہوئی کہ بہت دیر تک نیند نہ آئی، دوسرے روز میں اس کے پاس آئی مگر دن بھر یہی سنتی رہی کہ سخت تکلیف ہے، مجھے چونکہ اس کی حالت دیکھ کر کافی اذیت ہو چکی تھی اس لئے میں نے فیصلہ کر لیا تھا کہ اب اس کے کمرہ میں نہ جاؤں گی، اس نے دو تین مرتبہ مجھے بلایا مگر میں نہ گئی، البتہ ڈاکٹروں کو برابر اطلاع دیتی رہتی، شام کے وقت اس کی حالت سرسام کے قریب پہنچ گئی، آدمی نے آ کر کہا اب بھی جب ہوش آتا ہے روتے ہیں اور کہتے ہیں ویڈیا سے کہو ایک دفعہ صورت دکھا دے" مگر میں چونکہ فیصلہ کر چکی تھی کہ اس کی حالت نہ دیکھوں گی اس لئے نہ جا سکی،

مشرق اس خیال کو نہایت نفرت کی نظر سے دیکھ رہا ہے، اور یہی وجہ ہے کہ وہاں اس مسئلہ نے ایک اہم صورت اختیار کر لی ہے، عام طور پر تو نہیں مگر خاص

خاص افراد کی زبان سے یہ آواز کان میں آجاتی ہے، کہ فلاں شخص کا آخری وقت سخت تکلیف وہ تھا، اور اس کی اذیت دیکھی نہ جاتی تھی، عزیزوں کو اس کے سوا چارہ نہ تھا کہ الگ بیٹھے تڑپیں، میری رائے میں یہ خیال یقیناً معقول اور درست ہے جب تعلقات ختم ہو رہے ہیں اور نہ بھی ہوتے تو اس حالت میں کہ زندگی کی تمام امیدیں منقطع ہو چکی خوا مخواہ کی اذیت برداشت کرنی، جسکا کوئی نتیجہ نہیں علانیہ غلطی ہے اس کے جواب میں ایک مشرقی یہ کہتا ہے کہ ہمارے معاملات اجسام ہی پر ختم نہیں انہیں کچھ روحانیت بھی ہے۔ اور ہم کو ایک روز اس مرنے والے کو بھی اپنا منہ دکھانا ہے، اور گو جسمانی تعلق ختم ہوگیا مگر ابھی روحانی تعلق میں جان باقی ہے، یہ پیاری صورت جسپر محبت بھری نظریں بار بار قربان ہوئی ہیں، اور یہ پیاری آنکھیں جنہوں نے بیکسی اور لاچاری میں نہیں اسوقت جب نشۂ حسن میں سرشار تھیں مدتوں ہماری صورت کا طواف کیا، کیا محبت کے تمام مراحل و منازل طے کرنے کے بعد آج جبکہ موت نے اس مستقبل کو جو ارمانوں سے لبریز تھا الٹی چھری سے ذبح کر دیا اس ستم کی سزاوار ہیں کہ سینہ میں دم واپسیں ہو، اور کان ہماری آواز کو ترسیں، کل جس کی رفتار دل مسلتی تھی، جس کی باتوں سے پھول جھڑتے تھے، آج اس کا فراق ابدی اتنا بھی حق نہیں رکھتا کہ آنکھیں پرواز روح کے وقت اس صورت کو دیکھتی ہوئی جسپر زندگی کی ہر نعمت قربان تھی ہمیشہ کی نیند سوجائیں، انسانیت وہ گھڑی فراموش نہیں کرسکتی جب اس گھر کی چار دیواری کا دروازہ جہاں سے اس کا جنازہ نکل رہا ہے اس کے

قدم سرآنکھوں پر رکھ رہا تھا، درودیوار ایک سنئے مہمان کے استقبال کو تیار... اور خوش آمدید کے نعروں سے گونج رہے تھے، اور لپٹوں میں بسی ہوئی ہوا اٹھلی گیلی پھر رہی تھی، یہ کچھ بھی تھا اور ہو رہا تھا، یہ تمام غل غپاڑہ یہ ساری تیاریاں اور کل مسرتیں ایک اور صرف ایک جذبہ کے تحت میں تھیں، آج اسی آغاز کا انجام اسی ابتدا کی انتہا اور اسی صبح کی شام اور اسی مہمان کی دواع ہے، جو آنسو اسوقت استقبال کو دوڑے تھے وہ فرط مسرت کی بجائے ماتمی لباس میں مشابہت کو باہر آئیں،

مغربی کلمہ گو اگر اس بزم میں لب کشائی کا حق رکھتا ہے تو صرف اسوقت جب مریض کا دماغ امتیاز کی طاقت سے آنکھیں بینائی کی قوت سے اور دل احساس کے مادہ سے مطلقاً محروم ہو جائے، اگرچہ اسوقت بھی اس حالت کا جو اذیت سے تعبیر کی جاتی ہے وجود ہی باقی نہیں رہتا، ورنہ دعویٰ کے تمام پہلو تسلیم کر لینے کے بعد بھی یہ کہا جائے گا کہ اس سے بڑی نفسانیت اس سے زیادہ خود غرضی، اس سے بڑی شرارت کیا ہوگی کہ فنا ہونے والی زندگی کی آخری مسرت پر تھوڑی سی راحت بھی نہ قربان کی گئی

مجھے ان خیالات پر رائے زنی کی ضرورت نہیں، ہاں یہ میں دیکھ رہی ہوں کہ مشرق کا اثر مغرب پر بھی پڑتا چلا ہے، اور اس کو کسی نہ کسی وقت اس کش مکش کا فیصلہ کرنا پڑے گا یہ فیصلہ اگر مغربی تہذیب و تمدن کی بساط پر ڈالدیا گیا تو خیر اور اگر انسانیت کی کسوٹی پر پرکھا گیا تو مشرقی خیالات نظر انداز نہیں ہو سکتے،

میں بیٹھی کہانا کہا رہی تہی کہ میرے کان میں تین دفعہ کٹی۔کٹی۔کٹی۔کی آواز آئی میں پہچانتی تہی کہ یہ جوزف کی آواز ہے، مگر متعجب تہی کہ وہ دفعتًہ ایسا تندرست کیونکر ہو گیا، اس کے پاس جانے کا میرے دل میں مطلق خیال نہ تہا، البتہ اسی سوچ میں تہی کہ اس کی خبر موت میرے کان میں آئی، سورنڈ کمپنی کی دوکان سے بہترین کفن، اور صندوق جو میسر ہو سکا میں نے خود جاکر خریدا، اور شام کو سوا چھ بجے جوزف دفن کر دیا گیا،

۵

میں اپنے کانوں اور آنکھوں کو جوزف کی خبر موت سننے اور اس کا جنازہ دیکھنے کے واسطے تیار کر چکی تہی، اور خیال تہا کہ دل جسقدر اس واقعہ کی تکلیف محسوس کرے گا اگر اس سے زیادہ نہیں تو کم از کم اسی قدر مسرت اس حصول آزادی سے ہوگی، جو اس کی موت میں پوشیدہ ہے (اگرچہ اب بہی میری آزادی میں کوئی روک نہ تہی، معاملات کا یہ تعلق اور تعلق کا یہ پہلو کہ آزادی کا فی تلافی کردے گی، قطعًا غلط نکلا، جوزف کی موت میرے سر پر ایسی زبردست ذمہ داریاں ڈال گئی کہ اوسان خطا ہو گئے، اور ایک آزادی نے متعدد بیڑیاں پاؤں میں ڈالدیں، مگر پہر بہی کچھ اسباب ایسے تھے جنہوں نے مجھے زیادہ مضمحل نہ ہونے دیا، وہ دولت جو ہر عورت کو تمام عمر میں ایک دفعہ میسر آتی ہے یعنی اس کے کان ان چہکدار بہونروں کی موسیقی سے مسرور رہوں، جو اس کی گل حسن کے چاروں طرف جمع ہیں، وہ خوش قسمتی سے مجھہ کو دوبارہ میسر آئی، اب میرے خواستگاروں کی تعداد پہلے سے زیادہ تہی، بلکہ ان خوشامدیوں اور

بے وقوفوں کا وزن اس قدر بہاری تہا کہ میں کچھہ اُکتا سی گئی تہی،

تین مہینے اسی طرح گذرے مگر بجائے اس کے کہ دل جوزف کو رفتہ رفتہ بہول جاتا اس کی یاد کسی طرح زائل نہ ہوتی تہی، اس خلش نے کچھہ ایسا پیچہا پکڑا کہ چہہ مہینے کے اندر اندر میری حالت یہ ہوگئی کہ بعض دفعہ گہنٹوں اس کے خیال میں مستغرق بیٹھی رہتی، اس کی منت وزاری اور میری لاپروائی و بے اعتنائی ہر ہر پہلو سے مجہہ کو تکلیف دے رہی تہی، ایک دفعہ تو ایسا ہوا کہ میں رات بہر اسی الجہن میں غرق رہی اور یہ ہوش تک نہیں رہا کہ باہر کون کون منتظر بیٹھا ہے

میں ان مشرقی مردہ پرستوں کی طرح جنکی نگاہ میں ہر مردہ مجموعہ حسنات ہے جوزف کے نقائص نظر انداز نہیں کرتی، اس کی بعض عادتیں لاریب تکلیف دیتی تہیں، مگر اسکی خوبیوں کی وقعت اس کے بعد اس قدر زیادہ ہوگئی کہ اس کے نقائص بالکل دب گئے، اور بارہا ایسا ہوا کہ مجہہ کو اپنی حالت پر دل ہی دل میں ملامت کرنی پڑی ایک روز کا ذکر ہے کہ کہانے سے فارغ ہو کر آرام کرسی پر لیٹی تہی کہ میری نظر شیشہ کے ایک پہولدان پر پڑی جو جوزف کا لایا ہوا یا منگایا ہوا تھا، اس کو دیکہتے ہی اس کی تصویر میری آنکہوں کے سامنے پہر گئی، میں اُٹہی اور اس کی تصویر لائی، اور اپنے سامنے رکہہ کر خاموش لیٹ گئی، آدہ گہنٹہ اسی طرح گذرا میرا اضطراب لمحہ بہ لمحہ تیز ہو رہا تہا، اور میں سوچ رہی تہی کہ واقعی میں نے جوزف پر صریح ظلم کیا، کہ پیچہے سے کسی شخص نے میرے کندہے پر ہاتہہ رکہا، مڑکر دیکہا، تو وہ میری ماں تہی، میں جوزف کی جدائی پر متاثر ہو ہی رہی تہی، ماں کی صورت دیکہتے ہی جی بہر آیا، اور دوڑ کر لپٹی اور رونے

لگی، اس نے مجھے تسکین دی، پیار کیا، اور کہنے لگی،

میں نے تم کو سکاٹ لینڈ سے جو خط لکھا تھا، اور جس میں پاپائے مقدس کے ارشاد کی نقل تھی غالباً تمہارے پاس ہوگا،

میں ہاں میں نے پڑھا تو تھا، مگر وہ اب شاید محفوظ نہیں،

ماما تم نے اس پر کیا عمل کیا،

میں میں اسوقت اس کی کچھ تعمیل نہ کر سکی۔

ماما تم ایسی گمراہ کیوں ہوگئیں،

میں اسوقت تو مجھے اسپر یقین نہ تھا، مگر اب میں آپکے فرمانے سے اپنی غفلت پر نادم ہوں،

ماما میں نے تم کو مفصل نہ لکھا تھا، کیونکہ طبیعت سے واقف ہوں ہوٹی موٹی باتیں لکھدی تھیں، امید ہے تم کو اب اچھی طرح سبق مل گیا ہوگا، میں نے جو لکھا تھا وہی ہوا،

اس کے بعد ماما خاموش تھی مگر جب میں بھی خاموش رہی تو اس نے کہا، کس قدر افسوس بلکہ صدمہ کی بات ہے، کہ آدمی جان بوجھ کر اپنے اوپر مصیبت ڈالے، میں نے تم کو اطلاع دیدی کہ تمہاری تمام خوش نصیبی اور زندگی کے اطمینان کا انحصار جوزف کے موتی پر ہے، یہ میری رائے نہیں ہے پاپائے مقدس کی کہ تم اس کو حقیر نہ سمجھو، اس کی توہین تمہاری بربادی کی باعث ہوگی یہ حضرت سلیمان کا موتی ہے، اور اگر تم نے اس کی قدر کی تو عمر بھر خوش رہوگی، میں نے تم کو کیا یہ نہیں لکھا کہ اگر ذرہ بھر بھی اس موتی کی بے ادبی ہوئی تو تاراج

ہو جاؤ گی۔

تم نے دیکھ لیا کہ پاپائے مقدس کا یہ ارشاد کیسا صحیح اور درست تھا، میں بظاہر تم سے الگ تھی، مگر درحقیقت تم سے غافل نہ تھی، تم نے جوزف اور اس کے موتی کی جو قدر کی وہ سب مجھے معلوم ہے میں اب بھی تمہارے پاس نہ آتی، مگر اندیشہ تھا کہ اب کوئی اور غلطی نہ کر بیٹھو میں پاپائے مقدس کے پاس سے آرہی ہوں، اُنھوں نے صاف صاف کہدیا ہے، کہ موتی ابھی ضائع نہیں ہوا ہے اگر وئیلڈ یا ڈھونڈے تو انسانی ہستیوں کی ملکہ ہوگی ورنہ اس پر سخت مصیبت نازل ہونے والی ہے۔"

(۶)

میں اس سوال کا جواب دینے سے قاصر ہوں انسانی کشمکش کا یہ فلسفہ آجتک میری سمجھ میں نہ آیا کہ باوجود اس صدمہ کے جو جوزف کی موت سے میرے دل پر ہوا، میں باعتبار صحت پہلے سے کیوں بڑھ گئی، دونوں رخسار گلاب کے پھول کو مات کر رہے تھے، رنگ میرا اور شباب جو روز بروز نکھر رہا تھا، اور یہی وجہ تھی کہ خواستگاروں کا دائرہ ساعت بہ ساعت وسیع ہو رہا تھا، اور کچھ یہ نہیں کہ معمولی لوگ ہوں، بڑے بڑے امیر اور اچھے اچھے رئیس اگر جوزف کی موت خلاف توقع اس قدر موثر نہ ہوتی، تو ان لوگوں کی التجا اور دعا اپنے تک کسی آسانی سے پہنچ جاتی اور میں نہ معلوم

کب کی دلہن بن چکی ہوتی تاہم گو میں انتخاب میں متامل تھی لیکن یہ فیصلہ کر چکی تھی کہ بیوگی کی زندگی کا جلد خاتمہ کردوں گی، مگر ماما کی گفتگو اور پاپائے مقدس کا ارشاد میرے دل پر بیٹھ گیا جس نے میرے خیالات میں آسمان و زمین کا فرق کردیا، اور مجھے یقین ہوگیا کہ اس تمام مصیبت کی ذمہ دار میں اور صرف میں ہوں اگر میں جوزف کی قدر کرتی تو میرا یہ حشر نہ ہوتا۔

بدنصیب جوزف کی مصیبت کے جگر خراش ہونے میں کسی کو کلام نہیں ہوسکتا۔ وہ میری صورت کو ترستا، اور تڑپتا دنیا سے رخصت ہوا، اس کی آخری آرزو جب دماغ زندگی اور اس کے متعلقین کو وداع کہہ رہا تھا صرف یہ تھی کہ وہ آفتاب محبت کی سنہری گود میں لیٹا ہوا سدہارے اور جس طرح ایک بہادر کے واسطے میدان جنگ میں بے گور و کفن مرنا باعث عزت ہے اسی طرح محبت کی منزل میں اس کا ہر سانس ویڈ یا کے نعرے لگاتا ہوا عزت کے ساتھ ختم ہوا۔ یہ واقعہ ہے کہ جب اس کی تمام خواہشیں ختم ہو رہی تھیں اگر میں اپنی صورت دکھا دیتی تو اس کی موت ابدی زندگی ہوتی اور میں نے اپنی لاپروائی سے جوزف ہی پر نہیں انسانیت اور محبت دونوں پر ستم توڑا، مگر اب پچھتانا بے سود اور رونا بے کار تھا، لیکن میرے سینہ میں ایک آگ بھڑک رہی تھی جو کسی کوشش اور کسی خیال سے ٹھنڈی نہ ہوتی تھی، دھواں رہ رہ کر

نکلنا اور چنگاریاں سلگ سلگ کر چمکتیں، اب میں نے یہ فیصلہ کر لیا کہ پاپائے مقدس کے ارشاد کے موافق جب تک میں گم شدہ موتی نہ حاصل کروں گی یا اسی قسم کا ایک موتی میرے قبضہ میں نہ آجائے گا ہرگز شادی نہ کروں گی، اس لئے میں نے اعلان کر دیا کہ شادی کے جسقدر خواستگار ہیں، وہ اس موتی کے لانے کی کوشش کریں یا اسی قسم کا موتی پیدا کریں،

اس خیال کے ظاہر ہونے کی دیر تھی، چاروں طرف سے موتیوں کی کوشش ہونے لگی، لاتعداد آئے، بے شمار آئے، اور ہر لمحہ آئے، مگر جوزف کے موتی کو کوئی نہ پہنچتا تھا،

ایلسین کا امیر زادہ جو حسین اور دولتمند ہونے کے علاوہ نہایت چالاک اور ہوشیار تھا وہ بیش بہا موتی اپنے ساتھ لایا، اور حق یہ ہے کہ اگر وہ اس قدر طرار اور عیار نہ ہوتا تو یقیناً اس کے حالات اکثر اعتبار سے یہ حق رکھتے تھے کہ میں اس کی درخواست قبول کر لوں مگر میں اس کی چالاکی اور عیاری سے ڈر رہی تھی، وہ کہنے کو ثقہ تھا، اور ظاہر بھی یہی کرتا تھا لیکن بے شمار عورتیں اس کے پھندے میں پھنس کر بیٹھی اس کی جان کو رو رہی تھیں وہ اپنی ناکامی پر اس قدر برافروختہ ہوا کہ تمام بدن میں آگ لگ گئی، اور اُسنے فوراً موتیوں کی نمائش کا ایک اعلان کر ڈالا۔

آفتاب غروب ہو چکا تھا، جب میں اپنی ما اور پا پائے مقدس کے ہمراہ ایلسین میں داخل ہوئی، نمایش کا اہتمام نہایت وسیع پیمانہ پہ کیا گیا تھا، کمرۂ خاص کے دروازے موتیوں سے جگمگا رہے تھے، جہانتک نظر جاتی تھی موتیوں کے سوا کوئی چیز نظر نہ آتی تھی امیر سر سے پاؤں تک موتیوں کے دریا میں غرق تھا، موتیوں کے فرش پہ موتیوں کا لباس پہنے موتیوں کے تخت پر بیٹھا مسکرا رہا تھا اس کے سیدھے ہاتھ میں انڈے کے برابر موتی تھا جس کی جوت دور تک پڑ رہی تھی، میں اندر گھسی تو آنکھوں میں چکا چوند آ گئی زمین اور آسمان ہر چیز اس جوت سے جھلملا رہی تھی، کہ پا پائے مقدس کی صورت دیکھتے ہی امیر اپنی جگہ سے اٹھا اور اپنے ہاتھ کا موتی میز پر رکھ کر کہنے لگا، "یہ وہ موتی ہے جس کا جواب ملک کیا روئے زمین پر نہیں"، امیر کے مصاحبوں نے جو موتی کی صورت دیکھ دیکھ کر نہال ہو رہے تھے ہاں میں ہاں ملائے کو گردنیں ہلائیں ہوا کا جھکڑ زور سے چلا، اور موتی ایک طرف لڑکا، تو پا پائے مقدس نے ہاتھ میں اٹھا لیا، اور مسکرانے امیری اسوقت عجیب کیفیت تھی، امیر سچ مچ کا موتی معلوم ہوتا تھا،

میں آپے سے باہر تھی، اور سوچ رہی تھی کہ مجھ سے زیادہ خوش نصیب کون ہو سکتا ہے جس کا خواستگار ایسا حسین ایسا امیر

اور ایسا معزز انسان ہو

پاپائے مقدس نے موتی ہاتھ میں لے کر پہلے امیر کو اور
پھر مجھے دیکھا۔ مسکراہٹ ان کے چہرے پر موجود تھی، اُنھوں
نے میرا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیا، اور کہا۔
کیمیائی جلوؤں پر لٹو ہونے والی نامعقول ہستی یہ گول
موتی جس کو دیکھکر تیرے منہ میں پانی بھر آیا، اگر ستر ہزار
برس بھی اس موتی کو سجدہ کرے جس کو تو نے اپنی
رعونت سے ٹھکرا دیا تو اس کی آب و تاب کو نہیں پہنچتا،
مجھے معلوم ہے کہ آج مرنے والا جوزف جس کی آنکھیں تیری
ایک جھلک کو ترستی ہوئی بند ہوئیں ہماری اس نمائش
میں موجود نہیں، مگر نشۂ حسن میں سرشار عورت تیرے
مظالم جو تو نے اس بے گناہ پر توڑے زندہ اور موجود
ہی نہیں تیرے آس پاس پھر رہے ہیں، تیری ہستی
سر سے پاؤں تک، تیرا جسم اوپر سے نیچے تک تو خود ابتدا سے
انتہا تک اس ستم میں غرقاب، شور بہ شور اور ڈوبی ہوئی
ہے، جو ایک مظلوم انسان اور ایک خاموش مخلوق پر
توڑے تھے، میرے پاس سے دور ہو جا، تیرے پاس
سے آج تک ان مظالم کے شرارے اور چنگاریاں نکل رہی
ہیں، تو نہ دیکھ مگر آسمان اور زمین دو تو تجھ کو دیکھ کر تھرا

رہے ہیں کائنات کا ہر ذرہ تجھ سے تیری آگ سے، تیری
صورت سے پناہ مانگ رہا ہے، جس موتی پر تو فریفتہ
ہوئی ہے جس نے آنکھوں کو خیرہ اور دل کو اندھا کر
دیا ہے، اس کی تہ میں کچھ نہیں، ہوا کا ایک جھونکا اس
گول مول موتی کو کہیں سے کہیں لڑھکا دیگا، مگر وہ جس کو تو
کھو چکی کوہ گراں تھا، ہوا کے طوفان بھی اس ہشت پہلو کو جگہ
سے نہ سرکا سکتے تھے، آفتاب اس بہار کا خاتمہ اور اس حسن
کا قلع قمع کر دے گا، لیکن اُس موتی کی چمک لازوال تھی جو تیری
چار دیواری میں چمکی، اور تیرے ہی ہاتھوں زمین کی پیوند
ہو گئی،

ویڈیا گریبان میں منہ ڈال اور سوچ وہ کیا وقت ہو گا کہ
جب بے بس و بے کس یکہ و تنہا بد نصیب جوزف نے تیری آواز
اور صورت کو ترس کر اور تڑپ کر دم توڑا، اس کا دل رو یا تیری
آنکھیں ہنسیں، اس کی جان نکلی اور تجھے اطمینان ہوا،

پاپائے مقدس اتنا کہہ کر آگے بڑھے ماما میرا ہاتھ
پکڑ کر باہر لائیں، میری حالت خراب تھی، قدم اٹھانا مشکل تھا،
کہ دفعتہً چونک پڑی اور منہ سے یہ نکلا۔

سب کچھ تھا مگر آہ وہ موتی وہاں بھی نہ تھا

میں اسی روز سے آج تک اپنے موتی کی تلاش میں ہوں
مگر اب کامیابی معلوم!

یہ مضمون اگر سرزمین ہندوستان پر پہونچے، جہاں کی
عورتیں ہمارے مردوں کی طرح مجبور ولاچار ہیں، تو
مناسب ہے، کہ ناظر دونوں کو اُلٹ کر مجھہ کو مرد اور جوزف کو
عورت سمجھے اس کے بعد اس کو معلوم ہو جائے گا،
کہ ہندوستان میں ہزاروں ستم زدہ عورتیں مجھہ جیسے
بے درد مرد کا شکار ہو کر قبروں میں آرام کر رہی ہیں؛

صرف ڈیڑھ روپیہ میں

مصنفہ علامہ راشد الخیری مدظلہ کے نتیجہ خیز اور سبق آموز بارہ مؤثر افسانے جیسے

(۱) **مظلوم بیوی کا پاک جذبہ** علامہ محترم کا معرکۃ الآرا افسانہ جس کی شہرت میں چرچے ہی دھوم مچ گئی تھی عرفان ایک معزز اور شریف خاندان کا شخص بری صحبتوں کی وجہ سے لاکھہ کا گھر خاک کر دیتا اور بالآخر عیاشی کی وجہ سے جیل خانہ پہنچنے والا ہوتا ہے کہ اپنی مظلوم بیوی کی کوششوں سے اس طرح رہائی حاصل کرتا ہے کہ ہر شخص کی آنکھوں سے آنسو نکل پڑتے ہیں نہایت درد انگیز اور سبق آموز افسانہ ہے مشرقی بیویوں کی خوبیاں نہایت دلنشین اور موثر پیرایہ میں بیان کی گئی ہیں

(۲) **بھنور کی دلہن** ایک نہایت دلاویز قصہ۔ بلوچی قوم کے مرد وعورت کا عمیق کیریکٹر ازدواج ثانی پر نہایت مؤثر بحث محبت کا جواب، جذبہ انتقام، وغیرہ کے ایسے ایسے دلکش سین ہیں کہ بار بار پڑھنے کو جی چاہتا ہے؛

(۳) **اگلی محبتیں** ہزاروں برس پہلے کے تمدن کا ایک دلچسپ قصہ شجاعت بہادری جاں نثاری، دوستی اور سچی محبت کے حیرت انگیز مناظر دیکھنے ہوں تو یہ دلکش قصہ پڑھیے

(۴) **فسانہ تنویر** تنویر جہاں ملکہ حسن پور کا جشن تاجپوشی، نواب فریدوں کی شادی اور طلاق، تنویر کی بربادی اور الزامات کا شکار ہونا اور جنگلوں کی خاک اڑانا۔ اس کے بعد

کی موت اور تنو یز کا عبرت انگیز خاتمہ۔

(۵) بے گناہ کا قتل مغیرہ کی شرارت اور انتقام، امیر کی بدگمانی اور سنگدلی اور محبت کی چوکھٹ پر کسان کی لڑکی کی قربانی۔

(۶) عدل جہاں گیری شہنشاہ جہانگیر کے انصاف کا ایک ہلا دینے والا واقعہ جسے پڑھ کر نا ممکن ہے کہ طبیعت متاثر نہ ہو۔

(۷) شہادت الطیر بیگناہ کا قتل، فریاد کا فیصلہ ظلم کا نتیجہ۔ اور بلبل کی شہادت نہایت دلچسپ قصہ ہے۔

(۸) مامون الرشید کا دربار۔ ایک شریف عورت پر زیادتی کرنے کا نتیجہ مظلوم عورت کا جگر خراش بیان اور شہنشاہ کا قابل دید فیصلہ۔

(۹) ملکہ شہرزاد۔ ملکہ طرابلس اور بادشاہ کا افتراق۔ دونوں کا دیوانہ وار جنگلوں میں پھرنا احمد کی بدگمانی اور شہرزاد کا عصمت کی کسوٹی پر پورا اترنا۔

(۱۰) بے محل طمع کی مستحق دولت کے نشے اور حکومت کے زعم میں ایک نامعقول شخص ایک غریب پڑوسن کو طرح طرح کی اذیتیں پہنچاتا ہے اور بالآخر ایک فرضی مقدمہ میں اسکی ساری عزت خاک میں مل جاتی ہے (۱۱) بہاورج کا کینہ۔ (۱۲) خاتمہ بالخیر۔

ان افسانوں کے مجموعہ کا نام

جوہر عصمت (دوسرا ایڈیشن)

ہے جو اب چوتھی مرتبہ کئی قصوں کے اضافہ کے بعد عمدہ کاغذ پر چھپوائی گئی ہے

جوہر عصمت کا ہر قصہ اسقدر موثر ہے کہ دلنشین ہو جاتا اور اسقدر دلچسپ ہے کہ بار بار پڑھنے کو جی چاہتا ہے

جوہر عصمت بتائیگی کہ عصمت کیا شے ہے اور شریف عورت اس کے مقابلہ کیسی کیسی قربانیاں کر دیتی ہے۔

جوہر عصمت ہر مرد کو شریف عورت کی فطرت کا صحیح مطالعہ کرنیکے لئے ضرور پڑھنی چاہیے

جوہر عصمت نہایت آب و تاب سے شائع ہوئی ہے آج ہی اردو بکڈپو سے منگائیے قیمت صرف ۸/

مینیجر عصمت دہلی سے منگائیے

مصور غم حضرت علامہ راشد الخیری مدظلہ کی تصنیفات

زنانہ لٹریچر کی چوٹی کی کتابیں

سلسلہ عصمت

شب زندگی حصہ اول	عہ	شب زندگی حصہ دوم	عہ	روداد قفس	۱۲؍
جوہر عصمت	عہ	ستونتی	۸؍	گلدستہ عید	۱۲؍
منازل ترقی	۴؍	بچہ کا کرتہ	۴؍	شہزادہ امن کا دم واپسین	۲؍
ویدیا کی سرگزشت	۴؍	صبح زندگی	عہ	شام زندگی	عہ
منازل السائرہ حصہ اول	عہ	حصہ دوم	عہ	الزہرا	۱۲؍
امت کی مائیں	عہ	بنت الوقت	۸؍	سراب مغرب	۸؍
ستارۂ صبح کے اعمالنامے	۸؍	نوحہ زندگی	۱۲؍	جوہر قدامت	۸؍
مودہ	۸؍	سنجوگ	۱۰؍	سوکن کا جلاپا	۶؍
گوہر مقصود	۶؍	قطرات اشک	عہ	فسانہ سعید	۸؍
سمرنا کا چاند	عہ	انگوٹھی کا راز	۸؍		

اسلامی تاریخی ناول

کنواری بچیاں نہ منگائیں

ماہ عجم	عہ	آفتاب دمشق	عہ	عروس کربلا	۸؍
شاہین و دراج	۸؍	محبوبۂ خداوند	۱۲؍	یاسمین شام	عہ
تیغ کمال	عہ	تائید غیبی	۸؍	در شہوار	۱۰؍

محصول بذمہ خریدار

ملنے کا پتہ

مینجر عصمت دہلی